بنایا یہ الزام کہ اردو میں باہر کی بو باس زیادہ ہے محض مبالغہ ہے یہ صحیح ہے کہ بہت سا اردو ادب مسلمان فرقے کی روایات سے رنگا ہوا ہے لیکن مسلمان فرقہ بھی تو ہندوستانی ہے اور یہ تو فطری بات ہے کہ اس کے افراد جو پیش کریں گے اس میں کسی حد تک اُن کی آرزوں اُن کے خیالات اُن کی روایات کا ذکر ہوگا ایسا نہ ہونا غیر فطری تھا ہندوستان کے وہ فرقے جو ایسے مذہبوں کے سپرد ہیں جن کی ابتدا ہندوستان سے باہر ہوئی ہے ان کو محض اس وجہ کی بنا پر اجنبی یا پردیسی نہیں خیال کیا جا سکتا کہ ان کے مذہب دیسی نہیں ہیں جو لوگ ایسے خیالات رکھتے ہیں وہ اصل میں ملک کی تقسیم کرنے والی اسکیموں کی تائید کرتے ہیں۔"

پنڈت دیاکشن صاحب کول نے فرمایا ہے "ہندوستانی زبان اس پانچسو برس پرانے زمانے کی جیتی جاگتی یادگار ہے جب پہلے پہل زندگی کی ضرورتوں کی مجبوریوں نے ہندو مسلمانوں کے میل جول اور اپنایت کے شاہی درباروں میں نہیں بلکہ فوج لشکر گاؤں شہروں ہاٹوں اور بازاروں میں گہری بنیاد ڈالی تھی اور جسے زندگی کے مکروہ حادثے اور خونی وارداتیں جو زندگی میں ہمیشہ پیش آیا کرتی ہیں ہلا نہیں سکیں اس سیدھی سادھی ہندوستانی زبان کو جس نے شاہی لشکر اور ہاٹ بازاروں میں جنم لیا دکن پہنچ کر جو سادھو سنتوں اور درویش قلندروں کی گود میں پلی دلی واپس بلا کر جسے پہلے مظہر جان جاناں نے کنگھی چوٹی سے سنوار کر اور پھر ناسخ نے لکھنؤ میں اس کے سولہ سنگار کر کے دُلھن بنایا راج محلوں اور درباروں میں رانی بنا کر رکھا جو ریختہ اور اُردو کے نام سے پکاری گئی جس نے غالب کے زمانے میں اردوئے معلےٰ کا خطاب پایا۔

اس میں ہندو مسلمان کی کوئی تفریق نہ تھی جہاں اردو اسلامی روایتوں کے رنگ میں رچی ہوئی تھی وہیں اس میں اُپنشد، بھاگوت گیتا، سمرتیوں، راماین، مہا بھارت اور پرانوں کے ترجمے بھی ہو چکے تھے اردو نظم و نثر لکھنے والوں میں صرف مسلمان ہی نہیں ہندو بھی چوٹی کے لکھنے والے ملتے ہیں دیا شنکر نسیم، رتن ناتھ سرشار، سرور جہاں آبادی اور چکبست

[1] ڈاکٹر صاحب کے فرمان کے مطابق زبان کا جھگڑا بھی ملک کی تقسیم کا اک ذریعہ بن گیا۔

ایسے نام ہیں کہ اردو زبان پر جن کے نام کا سکہ بیٹھا ہوا ہے بقول ڈاکٹر تارا چند کے اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں اردو یا ہندوستانی ہی ہندو اور مسلمانوں کی مشترکہ زبان تھی نہ صرف ڈاکٹر تارا چند بلکہ بھارت بندو ہریش چندر نے بھی جو ہندی کے بڑے نامی لکھنے والے ہوئے ہیں اس بات کو مانا ہے اور اقرار کیا ہے کہ کشمیری پنڈت اور کایستھ ہی نہیں بلکہ اگروالوں میں بھی پڑھے لکھے شریف گھرانوں کی زبان اردو ہی مانی جاتی تھی گارسان دت سی اور راجہ شِو پرشاد وغیرہ نے بھی کہا ہے کہ اس وقت اگر کوئی زبان جائز طور پر سارے دیس کی زبان ہو سکتی ہے تو بلاشبہ وہ ہندستانی ہے۔

شری سمپورنانند جی اور ڈاکٹر جھا کا اسے بدیسی زبان بتانا اصلیت پر خاک ڈالنا ہے پروفیسر امرناتھ جھا نے فرہنگ آصفیہ کی جلدوں کو چھان کر یہ تو بتایا کہ اس میں تیرہ[۱۳] ہزار لفظ فارسی اور عربی کے ہیں لیکن مصلحتاً یہ کہنا بھول گئے کہ اس ڈکشنری میں کل لفظوں کی تعداد ۵۴ ہزار ہے اگر اردو میں چوتھائی لفظ عربی و فارسی کے ہیں تو اس بنا پر اس کو کوئی بدیسی زبان کہنے کا حق نہیں رکھتا لہذا ہمارا یہ کہنا کہ سیدھی سادھی ہندوستانی جو آسانی سے جنتا میں بولی اور سمجھی جا سکے اور جسے فارسی اور ناگری دونوں حرفوں میں رواج دیا جائے سارے دیس کی زبان ہونی چاہئے کس طرح بیجا ہے؟

مہاتما گاندھی نے بھی ہندی اور اردو کے جھگڑے کا یہی سمجھوتہ کیا تھا انڈین نیشنل کانگرس نے بھی اس کو مانا ہے ڈاکٹر تارا چند صاحب اور پنڈت کول صاحب نے اپنے مقالوں میں فرمایا اور جس سلجھے ہوئے انداز سے زبان کے مسئلے پر غور کیا ہے بالکل صحیح ہے جو لوگ یہ سمجھ کر خوش ہو رہے ہیں کہ ہندی کا پرچار کر کے اور حکومت سے اس کو منوا کر ہماری جیت ہوئی وہ بالکل غلطی پر ہیں یہ جیت ان کی سب سے بڑی ہار ہے اردو جو عوام کی زبان ہے مٹانا آسان نہیں ہے چند سرمایہ دار ذہنیت کے لوگ جو چاہیں من مانی کارروائیاں کر لیں لیکن اردو میں جب تک عوام کو پیغام پہنچانے کی طاقت ہے اس کو

کوئی مٹا نہیں سکتا۔

بڑے مزے کی بات یہ ہے کہ پریم چند سے لے کر کرشن چندر تک ترقی پسند افسانوی ادب کے ہیرو ہندو ادیب ہی ہیں۔

ع جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

اس وقت پارٹی بازی چھوڑ کر تمام اردو کے شیدائیوں کو ایک جگہ متحد ہو کر کام کرنا اور اس کو زندہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے جو کام انسان دل سے کرنا چاہے وہ خواہ کتنا ہی ناممکن ہو ہو کر رہتا ہے یہ سبق ہمیں گاندھی جی دے گئے ہیں۔ ان کی ہی طرح ہمت، صبر، سے سکون سے کام لے کر ہم اردو کی تحریک کو لے کر آگے بڑھیں گے۔

---

[1] اس مقالہ پر تنقید کرتے ہوئے چند اصحاب نے اردو مجلس میں فرمایا کہ اردو اور ہندوستانی دو مختلف چیزیں ہیں ہندوستانی صرف وہ زبان ہے جس کو عوام بولتے ہیں اور اردو وہ کلاسیکل زبان ہے جو خواص کی بولی ہے اور علم و ادب کی زبان ہے مگر ایسا سمجھ لینا غلطی ہے میں نے جو جواب دیا ان حضرات کے اعتراض کا وہی یہاں بھی لکھتی ہوں تاکہ جن صاحب کو اس پر اعتراض ہو وہ مطمئن ہو جائیں۔

اردو کے نام دہلوی زبان ہندوستان ہندوی ہندی ریختہ اور ہندوستانی ہیں ہر دور میں اردو مختلف ناموں سے پکاری جاتی رہی ہے۔

کیفی صاحب فرماتے ہیں کہ ہندوستانی کو ہی لیجئے آج کل ہماری زندگی کے ہر شعبے میں انتہائی گڑبڑ ہے مجبوری در رکیا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہم ایک انتہائی ناصبوری کے دور سے گذر رہے ہیں اس لفظ کو آج کل کیا معنی پہنائے جاتے ہیں اس سے سروکار نہ رکھئے اور دیکھئے کہ سرکاری تحریر اور عام انگریز اس لفظ سے کیا مراد لیتے تھے میر امن باغ و بہار کے مقدمے میں لکھتے ہیں۔

"اب خداوند نعمت جان گلکرسٹ صاحب نے فرمایا ہے کہ اس قصے کو ٹھیٹ ہندوستانی گفتگو میں جو اردو کے لوگ بولتے چالتے ہیں ترجمہ کردوں" دیکھئے کیفیہ مصنفہ کیفی صاحب ص ۴۳

بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ اردو کو ایک ہی شخص نے کئی نام دیئے ہیں مرزا غالب کی تصانیف میں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ اردو دیوان میں تو کئی جگہ صرف ریختہ کا لفظ اردو کے لئے انھوں نے استعمال کیا ہے جیسے۔ طرز بیدل میں ریختہ لکھنا اسد اللہ خاں قیامت ہے۔

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)